اسلام میں غلامی

حکیم الامت علامہ ہندی آیۃ اللہ العظمٰی سید احمد طاب ثراہ

آزادی

آزادی وہ نعمت ہے جس کے لئے کائنات کا ذرّہ ذرّہ مخلوقات وموجودات عالم کی فرد فرد بے چین ومضطرب ہے مگر یہ ایک خواب ہے جو شرمندۂ تعبیر نہیں ہے۔ ہواؤں کا آزادانہ چلنا اور کرۂ زمین سے طوفان خیزیاں دکھا کر بے نیاز ہو جانا ناممکن ومحال ہے۔ کشش مرکزی کی بیڑی اور جذب ارضی کا بھاری لنگر ہلنے نہیں دیتا۔

نہروں کی روانی، سمندروں کی طوفان خیزیاں، دریاؤں کا جوش وخروش ساحلوں سے ٹکرا کر رہ جاتا ہے، طوفان نوحؑ کا زور کرۂ زمین کو غرق کر کے دم لیتا ہے لیکن آخر نتیجہ کیا ہوتا ہے : ''**ویاارض ابلعی مائک ویاسماء اقلعی وغیض الماء۔**'' آن کی آن پانی کی آزادی ایک اشارے میں مٹادی جاتی ہے۔

آگ کی شعلہ دری دامن کائنات کو جلا دینے آزادانہ لپکتی ہے لیکن : **یانار کونی بردا وسلاماً علی ابراھیم۔** کا حکم پاتے ہی چند بنوتی استخوانوں کے جلانے سے عاجزی کا اظہار کئے بغیر اس کو چارہ نہیں ہوتا۔

اللہ رے شوق آزادی آفتاب کی زبردست ہستی میں یہ انقلاب کہ خود اس کے دست وپا اسی کے جسم کے اجزاء اس قید کو گوارا نہیں کرتے ہل کر رہنا نہیں چاہتے اور اس کے جدا شدہ شعلے سیارات کی شکل میں اپنے اپنے محوروں پر علاحدہ ہستی قائم کرنے میں مشغول ہو گئے۔ لیکن کیا وہ آزاد ہیں؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں آفتاب کی جذب وکشش کے سامنے مدارات کے قلعوں میں نظر بند ومقید ہیں۔ غرض کہ کائنات کی کوئی شے قید وبند سے خالی نظر نہ آئے گی پھر نعرۂ آزادی مجذوب کی بڑ ہے۔ انسان ضعیف کی کیا ہستی کہ وہ آزادی کا نام لے سکے روح کی بے چینی کا تقاضا کہ وہ آزاد ہو کر عرش وفرش ایک کردے۔ لیکن کمزور ہڈیوں پسلیوں کے قفس سے بہ اختیار خود آزادی ناممکن ومحال۔ پھر آزادی کی ترنگ ناممکن چیز کی امید غلط اور بالکل غلط ہے سب سے زائد انسان ہی مجبوریوں، معذوریوں، پابندیوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔ اس کی آزادی کی امید خواب وخیال ہے۔ مخلوق ہونا موجود ہونا یہی ایک سخت ترین قید ہے۔ خالق کائنات کا وجود خود شاہد قوی ہے کہ حاکمانہ تصرفات، قادرانہ اختیارات سے مخلوق کا ذرہ ذرہ اس کی مشیت ومصلحت وارادے کے سامنے بے بس ہے۔

قانون مزاحمت فی البقاء قوانین کیمیاوی، قوانین نفسیہ، قوانین طبیعیہ، قوانین حیاتیہ، قوانین فطریہ کی زنجیروں سے جکڑا ہوا انسان عالم شہود میں آتا اور دنیا والوں کی صورت دکھاتے ہی، قوانین اخلاقی، قوانین تمدنی، قانون معیشتی واقتصادی، قانون سیاسی میں جکڑ کر ڈال دیا جاتا ہے۔ جن زنجیروں کی ایک کڑی توڑنا انسان کی بربادی، تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

سنو سنو!! آزادی اور صحیح آزادی کا مفہوم سمجھو پھر آزادی کا نام لو۔

آزادی کیا ہے، قوانین مذکورہ کے مضر اثرات سے امکان بھر بچنا جہد للبقاء میں حیات صالح کی تیاری کرنا، مزاحمت فی البقاء کو انتہائی جدوجہد سے دور کرنا، فلاسفہ اور حکماء کا یہی کام تھا کہ وہ انتہائی غور وخوض کے بعد ایسے قوانین بنادیں جو مفید بقاء صالح ہوں۔ مذاہب کی بنیاد کا بھی یہی اساس ہے کہ غافل وجاہل انسان کو اس کی بقاء کے لئے اصول بتادے۔

صحیح آزادی

صحیح آزادی کیا ہے؟ صحیح قوانین (مذہبی ہوں یا حکماء کے ساختہ) کی پابندی اور ان صحیح قوانین اور آئینوں کی پیروی کا اس کے سوا کوئی مفہوم ہو ہی نہیں سکتا۔ غلط اصولوں مضر قانونوں، حیاتیات ونفسیات واقتصادیات واخلاقیات وسیاسیات کے ناجائز وغلط اصولوں کے توڑنے میں دلیرانہ اقدامات جہد للبقاء میں جان ومال قربانی اور سخت مصائب کی برداشت کے ساتھ صحیح اصولوں پر زندگی کا قائم کرنا یہ ہے جنگ آزادی۔ اور غلط اصولوں اور متشددانہ قوانین کے بوجھ میں دبا پڑا رہنا درحقیقت اس کا نام غلامی ہے۔

غلامی کا رواج

ہمارے بیان کی روشنی میں غلامی اور آزادی کے مفہوم کو سمجھو اس وقت تم کو معلوم ہوگا کہ اسلام کی غلامی کی کیا حیثیت ہے اور تمام عالم کے ملکی قومی مذہبی قوانین سے کس قدر اعلیٰ وارفع اسلامی قانون ہے۔

لونڈی غلام بنانا بہت قدیم رسم ہے۔

عبرانیوں میں غلامی

اس زمانہ میں کنیز وغلام کے کچھ حقوق نہ تھے۔ جاہلیت کے لوگ کمال بے رحمی سے کنیز وغلام بناتے تھے آزاد کرنے کا کوئی طریقہ معین نہ تھا نہ غلام بنانے کا کوئی طریقہ تھا۔ حضرت موسیٰ نبی کے زمانہ میں کفار اسرائیلیوں کو پکڑ لے جاتے تھے اور طوق وزنجیر آہنی میں جکڑ کر اکثر ان سے عمارتوں کا کام لیتے تھے۔ وہ بے چارے زنجیروں میں اُلجھ الجھ کر بلندیوں پر سے گرتے اور مرجاتے ان کا کوئی پرسان حال نہ تھا۔

حضرت موسیٰ نے اس غلامی آزادی کی جنگ کی اور وہ حق بجانب تھے فرعونیوں سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی لیکن پھر بھی اس رسم کو خوف بنی اسرائیل سے ممانعت کرکے منسوخ نہ کراسکے۔ کتاب استثنا، باب ۲۰/آیت ۱۴/میں عورتوں کے اسیر کرنے کا صاف حکم موجود ہے۔

جن اسیر عورتوں کو حرم بنایا جاتا ان کے ساتھ یہ برتاؤ ہوتا: سر منڈواکر ناخن کٹوا کر زوجہ بنانے کا صاف حکم ہے۔ پھر اگر اس سر منڈی سے خوش نہ ہو تو اس کو اجازت ہے جہاں جی چاہے نکل جائے۔ (استثناء، باب ۲۱ آیت ۱۰ سے ۱۴)

انجیلی غلامی

انجیل کے انگریزی ترجموں میں خوفناک سخت الفاظ میں کہا گیا ہے کہ غلام اپنے مالک کا روپیہ ہے جس طرح چاہے اسے استعمال کرے۔

شاید یہ بات تعجب انگیز معلوم ہوتی ہے کہ عیسائیت اور غلامی ایک دن کے لئے بھی کسی طرح اکٹھا نہیں

رہ سکتیں۔ لیکن ہم کو تو حقائق سے بحث ہے اور یہ امر محقق ہے کہ غلامی بے شک عیسائیت کے ساتھ رہتی تھی۔ بلکہ اسے عیسائیت کی رو سے جائز ہونے کا دعویٰ انیسویں صدی تک کیا ہے۔ اور بیشک انجیل میں کوئی صریحی ممانعت غلامی کی نہیں ہے بلکہ برخلاف اس کے اس کو انجیل میں بطور ایک موجودہ رسم کے تسلیم کیا گیا ہے اور پولوس قدوس نے مالکوں کے ساتھ نوکروں کے فرائض کو جن کو ایسے غلاموں کے سخت نام سے مخاطب کیا ہے، ایسی ہی صراحت سے بیان کیا ہے جیسے کہ یہاں کے فرائض کو ان کے ساتھ دیکھو۔ محمدؐ اینڈ محمڈن ایزم مصنفہ بارسوتھ (ستہ)

ویدی غلامی

وید مقدس بھی صریحی غلامی کی اجازت دے رہا ہے جو شودر خرید کیا گیا ہو اس سے وامن (غلام) کا کام کرنا چاہئے۔ (منو ۱۳۴/۸) کیونکہ برہمن کا داس کرم کے واسطے سری برہما جی نے شودر کو پیدا کیا ہے۔

(۱) دھوجارت (جس کو میدان جنگ سے فتح کر کے لایا جائے) (۲) بھگت داس (جو روٹی کی خاطر غلامی منظور کرے) (۳) گرہن واس (جو کسی قصور کی سزا کے لئے غلامی کا کام کرنا منظور کرے) سے جو پیدا ہوا ہو (۴) مول لیا ہوا (۵) دان میں ملا ہوا (۶) بزرگوں کے وقت سے چلا آتا ہو (۷) دنڈ (داس) جرمانے کے عوض جن کی غلامی قبول کی ہو) یہ ساتوں داس (غلام) ہی ہیں۔ (دیکھو منو ۱۵۴/۸) زوجہ فرزند داس (غلام) یہ تینوں بے زر ہیں اور اگر دولت فراہم کریں تو جس کے یہ تینوں ہیں اس کی دولت ہے۔ (منو ۱۶۴/۸)

مملکتوں میں غلامی کا رواج

روما اور یونان میں بہت عرصہ تک یہ رواج تھا اطنہ میں عموماً غلاموں سے بحسن سلوک پیش آتے تھے لیکن اسارتا والے غلاموں پر بے حد سختی کرتے تھے۔ قدیم زمانہ میں ’’روما‘‘ والے اسیر جنگ کو یا وہ قرض دار جو اپنا قرض ادا نہ کر سکے، غلام سمجھتے تھے۔ روم میں غلاموں کے لئے کوئی حق نہ تھا، بلکہ اکثر ادنیٰ فروگذاشت پر غلام قتل کر دیا جاتا تھا۔‘‘

شاہ روم ’’اکسٹس‘‘ کے زمانہ میں ایک رومی رئیس کی پاس بوقت مرگ چار ہزار غلام تھے۔ عیدوں کے زمانہ میں پہلوانوں کے عید منانے کا یہ طریقہ تھا کہ باہم جنگ میں غلام فریقین کے نبرد آزما ہوتے اور عید گاہ کے میدان میں خون کی ہولی کھیلی جاتی تھی، کبھی کبھی غلام آزاد بھی کیا جاتا تھا۔‘‘

مذکورہ بادشاہ نے ایک قانون کے تحت غلاموں کو فی الجملہ حقوق بھی دیئے تھے۔ اور ’’انیتوتیس‘‘ نے قانوناً مالکوں سے یہ حق سلب کر لیا تھا کہ کوئی غلام قتل نہ کیا جائے۔

سابق زمانہ میں سفید رنگ والوں کی خرید و فروخت ہوتی تھی جسے امریکہ کا انکشاف ہوا اس وقت سے سیاہ رنگ غلام بنائے جانے لگے۔ ’’پرتگیزی‘‘ جبر یہ امریکہ کے ہندیوں سے کان کنی کا کام لینے لگے۔ یہ کمزور خلقت اس مشقت کی تاب نہ لاتی اور اکثر لوگ مر جاتے تھے بعض رحم دلوں کو ان پر ترس آیا انھوں نے ان کمزوروں کے بجائے افریقہ کی سیاہ قوموں کو جو مضبوط توانا ہوتے ہیں اس خدمت کے لئے منتخب کیا۔ ’’پرتگیزی‘‘ جو عربی افریقہ کے بڑے حصہ پر قابض تھے انھوں نے بھی اس قوم کو منتخب کر لیا اور ۱۵۱۷ء سے افریقی

لونڈی غلام بنائے جانے لگے۔ اور رفتہ رفتہ تمام یوروپ میں ان کی غلامی رائج ہوگئی۔ درمیان ۱۶۸۰ء و ۱۷۰۰ء کے تنہا انگریزوں نے تین لاکھ غلام افریقہ سے حاصل کئے۔

طریقۂ غلام سازی

غلام لانے کا طریقہ یہ تھا کہ بندوقوں کی آوازوں سے دھمکا کر دیہاتیوں کو گرفتار کر لیتے تھے۔ کبھی بستیوں میں ان غریبوں کی آگ لگا دیتے تھے، بدبخت اہالی قریہ برہنہ جسم شعلوں سے جان بچا کر بھاگتے اور اس حالت میں اسیر کر لئے جاتے تھے اور جو مقابلہ کرتا اس کو قتل کر دیتے تھے۔

ایک سیاح ناقل ہے میں نے ایک عورت کو درخت کے نیچے بیٹھے دیکھا جس کے چند بچے مصیبت زدہ ماں کے سامنے کھیل رہے تھے۔ چند قزاق آئے اور بڑھیا کے سامنے سے بچے پکڑ لے گئے۔ وہ بدنصیب ماں چار روز تک اسی درخت کے نیچے آہ وزاری کرتے کرتے دنیا کو وداع کر گئی۔

دوسری حکایت ایک دوسرے سیاح کی زبانی ہے۔ ایک ویران قریہ میں اس کا گذر ہوا، ایک پیر مرد سکرات موت میں مبتلا گھر میں پڑا ہوا ملا معلوم ہوا کہ بردہ فروش جماعت نے حملہ کر کے تمام بوڑھوں کو ذبح کر ڈالا جوانوں کو اسیر کر لے گئے۔ دوسرا طریقہ غلام سازی کا یہ تھا کہ حکام و روساء قصبہ کے چند لوگوں کو جادوگری سے متہم کر کے زہر خوری پر ان کو مجبور کرتے جب وہ زہر خوری سے مرجاتے تو بقیہ کمزوروں کو قید کر کے لے جاتے تھے۔ ان اسیروں کو دور دراز ملکوں میں پاپیادہ لے جایا جاتا تھا۔ فرار کے خوف سے سب کو اس طرح سے مقید کر لیتے تھے کہ ایک بھاری زنجیر کے ایک سرے سے دونوں پیر جکڑ دیتے تھے دوسرے سرے پر ایک بڑی لکڑی باندھ کر قیدی کی گردن سے دوسرا سرا باندھتے اور ہاتھ زنجیروں سے کس دیتے۔ تمام شب اس غریب کو کھڑے ہوئے گزرتی، غریب عورتیں بچوں کو گود میں لئے پاپیادہ دور دراز ملکوں میں لائی جاتی تھیں اگر کوئی ماں راہ میں مرجاتی تو گود کا بچہ تنہا جنگل میں چھوڑ دیا جاتا اور بھوکا پیاسا مرجاتا تھا۔ اکثر ایسا ہوتا تھا کہ یہ ظالم بردہ فروش ماؤں کی گود سے بچوں کو خود چھین کر جنگلوں میں ڈال دیتے۔ مائیں پھڑکتی، بلکتی ظالموں کے ساتھ چلی جاتی تھیں۔ جب اسیروں کا کارواں دریا کے کنارے پہنچتا تھا تو زنجیروں میں جکڑے چھوٹی چھوٹی کشتیوں میں بھر دیئے جاتے کہ جنبش نہ کر سکتے تھے۔ کثرت نفوس کی وجہ سے جہازوں میں تعفن پیدا ہوتی اور ہوا فاسد ہو کر بہتوں کو موت کے گھاٹ اتارتی تھی اور منزل مقصود تک پہنچتے پہنچتے نصف کے قریب مرجاتے تھے۔ جب جزائر امریکہ میں یہ قافلہ پہنچتا تھا تو چوپاؤں کی طرح بیچ ڈالا جاتا تھا۔ ان کے نگہبانوں کے ہاتھ جو اذیتیں پہنچتی وہ بھی مرجانے سے کچھ کم نہ ہوتی تھیں۔

تحریک آزادی

انگلینڈ والوں نے سب سے پہلے تحریک آزادی شروع کی۔ ۱۸۰۷ء کے پارلیمنٹ نے قانون بردہ فروشی کو منسوخ کیا۔ اور ۴رفروری ۱۷۹۴ء فرانس کی جمہوریت نے تمام غلاموں کو مملکت فرانسہ سے آزادی کا حکم دیا۔

رفتہ رفتہ امریکہ میں بھی آزادی کا قانون جاری

(بقیہ صفحہ۔۔۔۔۔۔۔۲۳ پر)

تکلیف دیکھ کر کہا: ہائے میرے بابا کی بے چینی! آپ نے ارشاد کیا بیٹی! تمہارا باپ آج کے بعد پھر بے چین نہ ہوگا۔ اب وفات کا وقت قریب آرہا تھا اتنے میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا۔ الصَّلوٰۃُ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ مطلب یہ تھا کہ نماز کی ہمیشہ پابندی کرنا اور غلاموں اور کنیزوں کے حق کا خیال رکھنا۔ چادر کبھی اپنے چہرۂ اقدس پر ڈالتے تھے اور کبھی ہٹا دیتے تھے۔ پھر انگلی سے اشارہ کیا اور فرمایا: بَلِ الرَّفِیْقُ الْاَعْلیٰ۔ یعنی اب صرف وہ بڑا اور عظیم رفیق درکار ہے! یہ کہتے کہتے نزع کی حالت شروع ہوگئی اور روح مبارک عالم قدس کی طرف روانہ ہوگئی۔

شہرت اسی کی ہے کہ پیر کے روز آنحضرتؐ نے ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی اور منگل کا دن گذر کر بدھ کی رات میں دفن ہوئے۔

حضرت علیؑ نے بنی ہاشم میں سے حضرت عباسؓ اور ان کے دونوں صاحبزادوں کے ساتھ مل کر غسل دیا اور اُسامہ بن زید بن حارثہ اور شُقران حضورؐ کے آزاد کردہ غلام بھی غسل دینے کے کام میں شریک تھے ان ہی لوگوں کی مدد سے حضرت علیؑ نے تدفین کے فرائض انجام دیئے۔

اللہ اس روح پاک کے تصدق میں مسلمانوں پر رحم فرمائے جس نے تمام عالم کو اپنے نور ہدایت سے روشن و منور کردیا۔ اور تمام مسلمانوں کو اس کی توفیق دی کہ وہ حضورؐ نبی کریم کی سیرت پاک پر عمل کر کے خدا کی امداد اور آپ کی روح اطہر کی خوشنودی سے دنیا اور آخرت کی کامیابی اور نجات حاصل کریں آمین۔ ۞۞۞

(بقیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسلام میں غلامی)

ہوا۔ ۱۸۳۳ء میں برٹش گورنمنٹ نے اپنے تمام مستعمرات میں غلاموں کی آزادی کا حکم دیا اور بیس ملیون پونڈ مالکان و تاجران پر غلاموں کے تقسیم کیا۔ ۱۸۱۷ء میں ماڈاگاسکر کے ساتھ معاہدہ ہوا کہ آئندہ سے تجارت غلام و کنیز کی بند ہو۔

۱۸۲۲ء میں امام مسقط سے ایسا ہی معاہدہ ہوا باوجود معاہدہ کئی سال تک سواحل افریقہ پر بردہ فروشی ہوتی رہی اس وقت یہ تجارت عربوں کے ہاتھ میں تھی، دریائے میڈیٹرانہ کے کناروں پر افریقہ سے غلام لائے جاتے اور بحر احمر کے بندرگاہوں پر فروخت کئے جاتے تھے۔

۱۸۷۳ء میں انگریزوں نے سلطان زنگبار سے معاہدہ کیا کہ اس کی مملکت میں بردہ فروشی ممنوع ہو اور اس طرح سے زنگبار کے بازار کو بردہ فروشی سے شکست ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ بردہ فروشی کا خاتمہ ہوا لیکن ان سفید چمڑے والی قوموں نے اس قدیم حیوانی رسم کی یاد اب تک کالے گورے رنگ کے امتیاز سے قائم کر رکھی ہے اور عام طور پر سفید چمڑے والے سیاہ اقوام کو اپنا غلام ہی سمجھتے ہیں اور خود کو آقا خیال کرتے ہیں اور یہ امتیاز ہوٹلوں، کلب، اسکولوں، کالجوں، ریل کے ڈبوں، اسٹیشن کے ویٹنگ روموں، نوکری کے عہدوں تک میں نمایاں طور پر موجود ہے حتیٰ کہ قوانین ملکی میں ایک ہی جرم میں دو سزاؤں سے امتیاز باقی رکھا گیا ہے۔ برٹش نوآبادیات فرانسہ کے نوآبادیات، اٹالی نوآبادیات، امریکہ، اسپانیہ ہر جگہ یہ امتیاز موجود ہے۔ (جاری)